استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء الدین اور مفتیان شرع اس بارے میں کہ مندرجہ ذیل ہے

"زید" نے ایک لاکھ روپے "عمر" کے حوالے کیے اس شرط پر کہ "عمر" اس سرمایہ کو دوسرے شہر (بنوں سے کراچی) منتقل کرے گا اور وہاں پر "عمر" کا دوست "خالد" اس روپیہ کو (کسی کے کاروبار میں یا کسی دوسرے کاروبار میں جو کہ جائز ہوگا) شراکت میں لگائے گا اور اس کا جتنا منافع کراچی سے بمعرفت "عمر" کے نام "زید" کو ملیگا عمر اس میں سے مخصوص فیصد مثلاً ۲٪ اپنے لئے لے گا اور بقایا منافع "زید" کو ادا کرے گا۔ نیز "عمر" کی حیثیت وکیل کی سی ہوگی اور سرمایہ کے ڈوبنے گم ہونے وغیرہ وغیرہ کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ اس قسم کے کاروبار کرنے والے عموماً مولوی، مفتی، دینی ادارو کے مدرسین حضرات ہیں اور وہ اپنے سرمایہ پر خطیر رقمیں منافع کی اب تک وصول کر چکے ہیں اور نقصان کی اطلاع ہمیں نہیں ملی ہے۔

واضح فرمائیں کہ زید، عمر اور خالد تینوں کی شرعی حیثیت سے ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں بینوا توجروا

عمر زاد خان
سوکڑی کرم خان
بنوں

دار الافتاء
فتوی نمبر ۱۵۳۳/۹۶
مورخہ

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداومصلیا

صورتِ مسئولہ میں اگر عمر نے زید سے مال لیتے وقت اپنے مضارب ہونے کی تصریح نہیں کی ہے بلکہ زید کی رقم ان کے کہنے پر خالد کو دی ہے جیسا کہ سوال میں ہے، تو یہ معاملہ زید اور خالد کے درمیان مضاربت کا ہے، جو فی نفسہ جائز ہے، اور عمر کی حیثیت کمیشن ایجنٹ کی ہوگی، اس صورت میں عمر کے لیے صرف پہلی مرتبہ نفع سے متعین کردہ فیصدا پنے لیے بطورِ اجرت وصول کرنا جائز ہے، لیکن عام حالات میں بطور اجرت مالِ مضاربت سے حاصل شدہ نفع کا تناسب طے کرنا جائز نہیں ؛ کیونکہ اس صورت میں اجرت مجہول ہے جس سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے، البتہ کمیشن کا فیصد کے اعتبار سے لینا صحیح ہے۔

اور چونکہ مذکورہ سوال موجودہ مروجہ مضاربہ کمپنیوں سے متعلق معلوم ہوتا ہے، لہذا پہلے یہ سمجھنا مناسب ہے کہ کسی کمپنی /ادارہ کے کاروبار کے جواز یا عدم جواز کا حکم لگانے کیلئے کئی امور کا معلوم ہونا ضروری ہے، مثلاً وہ کمپنی یا ادارہ کن معاہدوں کی بنیاد پر لوگوں سے رقوم لے رہا ہے؟ اور کیا وصول کی جانے والی رقوم حقیقت میں کسی کاروبار میں لگائی جارہی ہیں یا نہیں ؟ اور وہ کاروبار جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اسکے روزمرہ کے معاملات شریعت کے مطابق ہورہے ہیں یا نہیں؟ نیز وہ کمپنی قانونی تقاضوں کو پورا کررہی ہے یا نہیں؟ نیز کسی خاص کمپنی کے بارے میں جواز کا فتویٰ دینے کیلئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس کاروبار کو عملاً دیکھا جائے، شرعی آڈٹ کیا جائے، اسکے بعد اگر اطمینان ہو تو فتویٰ دیا جائے۔

لیکن موجودہ مروجہ مضاربہ کمپنیوں کے بارے میں ہمیں پوری طرح معلومات نہیں ہیں، نیز ہم نے ان کا کاروبار دیکھا بھی نہیں لہذا مذکورہ اداروں اور کمپنیوں کے کاروبار کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں فی الحال دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے کوئی رائے نہیں دی جاسکتی۔

نوٹ:

عوام الناس کو چاہئے کہ کسی کاروبار میں رقم لگاتے ہوئے ہمیشہ بہت احتیاط سے کام لیں اور صرف اسی جگہ سرمایہ کاری کرنی چاہئے جو جائز بھی ہو اور قانون کے مطابق بھی ہو تاکہ ملکی قانون کی خلاف ورزی کا گناہ لازم نہ آئے اور حلال سرمایہ بھی محفوظ ہوسکے، کیونکہ اس سے پہلے اس طرح کے واقعات پیش آچکے ہیں کہ بظاہر جائز معاہدوں کی بناء پر اور بڑے حلال نفع کا لالچ دیکر لوگوں سے رقوم لی گئیں لیکن بعد میں خرد برد کرکے عوام کو ان کے سرمایہ سے محروم کردیا گیا (ماخذہ تبویب ۶۶/۱۳۵۸)

فی الشامیة (٤٧/٦)

تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكلما أفسد البيع مما مر يفسدها كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل وكشرط طعام عبد وعلف دابة ومرمة الدار أو مغارمها وعشر

Scanned by CamScanner

أو خراج أو مؤنة رد أشباه..........قوله أومدة إلا فيما استثنى قال فى البزازية إجارة السمسار والمنادى والحمامى والصكاك وما لا يقدرفيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل۔

فيه ايضاً(٦٣/٦)

وفى الحاوى سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال أرجو أنه لا بأس به وإن كان فى الأصل فاسدا لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام۔..........واللہ سبحانہ اعلم

فدامحمد غفرلہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ

۸ مئی ۲۰۱۳ء

الجواب صحیح

۲۷-۶-۱۴۳۴

الجواب صحیح

۲۷-۶-۱۴۳۴ھ

دار الافتاء
فتوی نمبر ۹۸/۱۵۳۲

الجواب صحیح

۱-۷-۱۴۳۴ھ